اکبرالہ بادی کی شاعری کی خصوصیات (ایم۔اے۔اردو۔دوسرا مسٹر۔چھٹا پرچہ۔یونٹ۔۴)

اکبر کے کلام میں تمام اصناف سخن موجود ہیں۔غزل ،مثنوی، قطعہ، رباعی اور مسدس و مخمس وغیرہ۔لیکن ان کی شہرت کی بنیاد ان کا سیاسی اور ظریفانہ کلام ہے۔دوسرے طرز کا کلام قبول عام کے اُس درجہ تک نہ پہنچ سکا۔یہ صحیح ہے کہ اکبر شاعری میں نئی طرز کے موجد تھے اور اسی طرز نے شہرت دوام حاصل کی۔لیکن ان کی شاعری ترقی پسندی کا بھی صحیح نمونہ ہے اور اس کو مقصدی بھی کہہ سکتے ہیں۔اکبر کا مقصد کہیں اصلاح ہے تو کہیں مزاح۔کہیں تعریف ہے تو کہیں تنقید۔کبھی وہ پوشیدہ حقیقتوں کو آشکار کرتے ہیں اور کبھی کھلی باتوں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔وہ طنز کرتے ہیں مگر دکھ نہیں دیتے ہیں۔وہ مذاق اڑاتے ہیں مگر تحقیر نہیں کرتے۔حقیقت یہ ہے کہ اکبر کا موضوع سخن انسان اور سماج ہے۔اس لئے ان کی شاعری کو اس معنی میں قومی شاعری بھی کہا جا سکتا ہے۔لیکن وہ جن مسائل سے بحث کرتے ہیں وہ دوسرے قومی شاعروں سے مختلف ہیں۔ان کے معاصرین کی قومی شاعری کسی مخصوص جماعت کے مخصوص حالات سے متعلق ہوتی تھی لیکن اکبر کا فکری کینواس کسی جماعت یا طبقہ تک محدود نہ تھا۔ان کی نگاہ پوری کائنات اور انسانیت پر محیط تھی۔

اکبر شعر کہتے تھے مگر شاعری نہیں کرتے تھے۔ان کے کلام کی سب سے ممتاز خصوصیت سچائی اور خلوص ہے۔تشبیہ و استعارہ کو چھوڑ کر ان کے کلام میں مبالغہ اور غلو اس قدر کم ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔اور جہاں کہیں انہوں نے سیاسی ،قومی و ملی اور سماجی مسائل سے بحث کی ہے وہاں اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے اور ایسے مواقع پر جس خلوص اور یقین کا ثبوت دیا ہے وہ شاعری کی عام سطح سے بہت بلند ہے۔خود کہتے ہیں ؎ یہ بڑا عیب مجھ میں ہے اکبر دل میں جو آئے کہہ گزرتا ہوں

کلام اکبر کی دوسری خصوصیت ظرافت ہے۔ان کی ظرافت مضحکہ اور طعن سے زیادہ حقیقت اور واقعیت کی بنیاد پر قائم ہے اور چونکہ طنز بھی مخلصانہ ہے اس لئے اس نیشتر کی جراحت وہ نہیں جو دشمنی اور عداوت

کی ہوتی ہے ۔مقصد محض طنز نہیں بلکہ ہدایت اور اصلاح ہے ۔ظرافت صرف طرز بیان اور اسلوب کلام کے طور پر اختیار کی گئی ہے ۔

قلعی بھی ریا کاری کی کھلتی رہے اکبر   طعنوں سے مگر طرز مہذب بھی نہ چھوٹے

اکبر نے نئی تہذیب، نئی تعلیم اور مغربیت کے خلاف جو آواز اٹھائی ہے وہ بظاہر مخالفت معلوم ہوتی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ وہ صرف مخالفت نہ تھی بلکہ وہ ان مسائل پر اپنی ذاتی رائے بھی رکھتے تھے۔ وہ نئے دور کے اثرات کو محض مسترد کرنے کے قائل نہیں تھے بلکہ اس کا حل بھی تجویز کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ حالات تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں لیکن وہ بنیادی انقلاب کو ضمنی تبدیلی سے الگ کر کے دیکھنا چاہتے تھے ۔نئی تعلیم ،مغربی معاشرت اور بالخصوص تعلیم نسواں پر اکبر نے بہت کچھ کہا اور پوری شدت کے ساتھ اس زمانہ کی اندھی تقلید کی مخالفت کی لیکن یہاں پر بھی انہوں نے صرف مخالفت پر قناعت نہیں کی بلکہ اس کے ساتھ ایک عملی اور تعمیری پروگرام بھی پیش کیا۔ مثلاً نئی تعلیم اور مغربیت پر ان کا یہ شعر دیکھئے ۔

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا   دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اسی طرح تعلیم نسواں کی حمایت کے ساتھ وہ یہ شرط بھی رکھتے ہیں ۔   ہر چند ہو علوم ضروری کی عالمہ   شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ

یعنی اکبر کے پاس حسن و قبح کا ایک معیار رہا اور اس کے ذریعے وہ اپنے دور کے تہذیبی مظاہر کو پرکھ کر ان کا کھرا کھوٹا واضح کرتے ہیں ۔اس معاملے میں ان کی ترجیح اپنے دین اور اپنے تہذیبی اقدار کے لئے ہوتی ہے ۔فنی اعتبار سے اکبر کو زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے ۔روزمرہ اور محاوروں کا استعمال بڑی خوبی سے کرتے ہیں ۔وہ اپنے مفہوم کو بہتر طور پر ادا کرنے اور ان کی معنویت میں وسعت پیدا کرنے کا سلیقہ جانتے ہیں ۔اکبر نے لفظوں کے الٹ پھیر سے طنزیہ کیفیت پیدا کی ہے ۔لیکن لفظوں کے اس کھیل

میں بھی ان کی ذہانت نے ایسا اثر پیدا کیا ہے جو کسی اور شاعر کے یہاں نظر نہیں آتا ۔ اکبر انگریزی الفاظ کو طنز یہ حربے کے طور پر استعمال کرتے ہیں ۔ یہ الفاظ اردو میں ذرا بھی اجنبی نہیں معلوم ہوتے بلکہ یہ الفاظ اپنے مخصوص کردار اور ماحول کے پس منظر میں اشعار کی معنویت میں اضافہ کرتے ہیں اور ان سے اشعار کی روانی اور برجستگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا ۔

کوٹھی میں جمع ہے نہ ڈپازٹ ہے بینک میں قلاش کر

دیا مجھے دو چار تھینک نے

بہت سے ناقدین نے اکبر کو تنگ نظر اور منفی رجحانات کا حامل قرار دیا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے ۔ وہ ہندوستانیوں کی غلامانہ ذہنیت پر طنز کرتے ہیں اور نئی تہذیب سے کسی بھی قسم کے سمجھوتہ کے لئے تیار نہیں ہوتے ۔ یہاں تک کہ وہ اسی بنا پر سرسید کی مخالفت کرنے سے بھی باز نہیں آتے ۔ حالانکہ سرسید سے انہیں کوئی دشمنی نہیں تھی ۔ صرف نظریاتی اختلاف تھا ۔ چنانچہ بعد میں ان کا دل سرسید کی طرف سے صاف ہو گیا تھا ۔ اور سرسید کی وفات کے بعد اکبر نے یہ کہہ کر ان کی خدمات کا اعتراف بھی کیا تھا ۔

ہماری باتیں ہی باتیں ہیں سید کام کرتا تھا نہ بھولو فرق جو ہے

کہنے والے، کرنے والے میں

اس طرح اکبر نے مواد اور اسلوب دونوں ہی کو طنزیہ حربے کے طور پر استعمال کیا اور سماج میں پائے جانے والے تضاد اور عدم توازن کا پردہ فاش کیا ۔ یہ صحیح ہے کہ اکبر کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی ۔ لیکن اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ بھی ہوئے تو بھی وہ ساحل سے نظارہ کرنے والوں سے بہر حال زیادہ قابل قدر رہیں ۔

☆☆☆